© rasailojaraid.com

کے ذریعے سے کیا جاتا ہے۔ پہلے ہر وثیقہ دار کو سُود کا لالچ دے کر اُس سے قرض لیا جاتا تھا۔ اب اس کے بجاے ہر ایک کو یہ لالچ دیا جاتا ہے کہ شاید ہزاروں روپے کا 'انعام' تیرے ہی نام نکل آئے' اس لیے قسمت آزمائی کر لے۔

''یہ صورت واقعہ صاف بتاتی ہے کہ اس میں سود بھی ہے' اور روحِ قمار بھی۔ جو شخص یہ وثائق خریدتا ہے وہ اولاً: اپنا روپیہ جان بوجھ کر ایسے کام میں قرضے کے طور پر دیتا ہے جس میں سود لگایا جاتا ہے۔ ثانیاً: جس کے نام پر 'انعام' نکلتا ہے' اُسے دراصل وہ سُود اکٹھا ہو کر ملتا ہے جو عام سودی معاملات میں فرداً فرداً ایک ایک وثیقہ دار کو دیا جاتا تھا۔ ثالثاً: جو شخص بھی یہ وثیقے خریدتا ہے وہ مجرّد قرض نہیں دیتا بلکہ اس لالچ میں قرض دیتا ہے کہ اسے اصل سے زاید 'انعام' ملے گا۔ اور یہی لالچ دے کر قرض لینے والا اس کو قرض دینے پر آمادہ کرتا ہے۔ اس لیے اس میں نیت سودی لین دین ہی کی ہوتی ہے۔ رابعاً: جمع شدہ سُود کی وہ رقم جو بصورت 'انعام' دی جاتی ہے' اس کا کسی وثیقہ دار کو ملنا اسی طریقے پر ہوتا ہے جس پر لاٹری میں لوگوں کے نام 'انعامات' نکلا کرتے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ لاٹری میں انعام پانے والے کے سوا تمام باقی لوگوں کے ٹکٹوں کی رقم ماری جاتی ہے اور سب کے ٹکٹوں کا روپیہ ایک انعام دار کو مل جاتا ہے۔ لیکن یہاں انعام پانے والوں کے سوا باقی سب وثیقہ داروں کی اصل رقمِ قرض نہیں ماری جاتی بلکہ صرف وہ سود' جو سودی کاروبار کے عام قاعدے کے مطابق ہر دائن کو اس کی دی ہوئی رقم قرض پر ملا کرتا ہے' انھیں نہیں ملتا' بلکہ قرعے کے ذریعے سے نام نکل آنے کا اتفاقی حادثہ ان سب کے حصوں کا سُود ایک یا چند آدمیوں تک اس کے پہنچنے کا سبب بن جاتا ہے۔ اس بنا پر یہ بعینہٖ قمار تو نہیں ہے مگر اس میں روحِ قمار ضرور موجود ہے''۔ (رسائل و مسائل' ج ۳' ص ۳۳۴-۳۳۶)

یہ چند مثالیں' مولانا مودودیؒ کے اسلوبِ تفہیم کی تصویر ہمارے سامنے پیش کرتی ہیں' جب کہ مولانا مودودیؒ کے اسلوبِ تحریر کا جوہر تو ان پانچوں حصوں کو پڑھنے کے بعد ہی سامنے آتا ہے۔

اس رسالے میں اشتہار دینے والے اداروں یا افراد سے معاملات کی کوئی ذمہ داری ماہنامہ ترجمان القرآن کی انتظامیہ کی نہیں ہے۔ (ادارہ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہماری مطبوعات

دارالاسلام مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	مرتب: اختر حجازی (مجلد)	125/- روپے
مولانا مودودی اور تصوف	موءلف: شیخ احمد (مجلد)	100/- روپے
سید مودودیؒ مردِ عصر اور صورت گرِ مستقبل	مرتب: ڈاکٹر تصدق حسین راجا (مجلد)	125/- روپے
علامہ ابن جریر مفسر کی حیثیت سے	پروفیسر خالد بزمی (مجلد)	90/- روپے
اسلامی نظریہ اجتماع	مولانا حیدر زمان صدیقی (مجلد)	24/- روپے
اسلام کا نظریہ جہاد	" " " (مجلد)	24/- روپے
تعمیری انقلاب اور قرآنی اصول حکمت	" " " (مجلد)	24/- روپے
اسلامی تحریکیں عروج و زوال کے اسباب	سید اسعد گیلانی (مجلد)	100/- روپے
" " " "	" " " (غیر مجلد)	80/- روپے
اسلام اور سوشلزم	" " " (غیر مجلد)	48/- روپے
دوش بدوش	" " " (غیر مجلد)	46/- روپے
اسلامی نظریہ ادب	مرتبین: سید اسعد گیلانی، اختر حجازی (مجلد)	30/- روپے
سوشلزم اور معاشی ترقی	موءلف: حسین خان، مرتب: سعد بن اسعد (غیر مجلد)	45/- روپے

ادارہ ترجمان القرآن (پرائیویٹ) لمیٹڈ

رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور فون: 7234014-7236655

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بلوچستان قانون کمیشن اور مولانا مودودیؒ

ڈاکٹر فضل الٰہی قریشی ○

جنرل محمد یحییٰ خان نے ۲۵ مارچ ۱۹۶۹ء کو ملک میں دوسرا مارشل لا نافذ کر کے صدر مملکت کا منصب سنبھال لیا اور ۲۸ مارچ ۱۹۷۰ء کو بلوچستان کو پہلی مرتبہ صوبے کا درجہ دیا۔ اس طرح وہ دیرینہ مطالبہ پورا ہوا جو تقسیم ہند سے قبل ۱۹۲۷ء میں پہلی مرتبہ اور اس کے بعد ۱۹۲۹ء میں اپنے ۱۴ نکات میں قائداعظم نے بلوچستان کو صوبے کا درجہ دینے کے لیے پیش کیا تھا، تاکہ ہندستان کے دوسرے صوبوں کی طرح یہاں بھی سیاسی اصلاحات نافذ کی جاسکیں، لیکن برطانوی حکومت نے اس مطالبے کو مسترد کر دیا تھا۔

متحدہ پاکستان کے آخری صدر جنرل محمد یحییٰ خان نے بالآخر قومی اسمبلی کے انتخابات کے لیے ۷ دسمبر اور پانچوں صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کے لیے ۱۷ دسمبر ۱۹۷۰ء کی تاریخیں مقرر کر دیں۔

بلوچستان کی پہلی صوبائی اسمبلی کے ان انتخابات [دسمبر ۱۹۷۰ء] میں نیشنل عوامی پارٹی کی صوبائی سطح کی سربرآوردہ شخصیات نے پانچ نشستوں پر کامیابی حاصل کی، جن میں سردار عطاء اللہ مینگل، نواب خیر بخش مری، میر گل خان نصیر، پرنس آغا عبدالکریم خان اور میر دوست محمد شامل تھے۔ تین نشستوں پر جمعیت علماے اسلام کے مولانا صالح محمد، مولانا سید شمس الدین اور مولانا سید حسن شاہ کامیاب ہوئے۔ پشتون خوانیپ کے خان عبدالصمد خان اچکزئی، مسلم لیگ کے جام میر غلام قادر اور

○ بلوچستان کے معروف دانش ور، کوئٹہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بی ایم ایم کے نواب غوث بخش رئیسانی نے ایک ایک نشست حاصل کی۔ باقی نونشستوں پر آزاد امیدوار کامیاب ہوئے۔خواتین کی واحد اکیسویں نشست پر بیگم فضیلہ عالیانی منتخب ہوئیں۔

بلوچستان کی پہلی منتخب صوبائی اسمبلی کا اجلاس ۲ مئی ۱۹۷۲ء کو منعقد ہوا۔ ملک کے عبوری دستور کے تحت بلوچستان کی پہلی مخلوط صوبائی حکومت نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیت علماے اسلام نے سردار عطاء اللہ مینگل کی وزارت اعلیٰ کے تحت تشکیل دی۔ یہ حکومت نو ماہ اور ۱۱ دن قائم رہی۔ جناب ذوالفقار علی بھٹو کی وفاقی حکومت نے ایک سازش کے تحت ۱۳ فروری ۱۹۷۳ء کو غیر جمہوری طریقے سے اس منتخب صوبائی حکومت کو برطرف کر دیا۔صوبائی اور مرکزی جماعت اسلامی نے اپنی جمہوری روایات کے عین مطابق اس برطرفی کے خلاف کوئٹہ سمیت پورے ملک میں صداے احتجاج بلند کی۔ جس کی پاداش میں جماعت اسلامی پاکستان کے امیر میاں طفیل محمد پر بغاوت کا مقدمہ قائم کر کے انھیں کوٹ لکھپت جیل بھجوا دیا گیا' کیونکہ انھوں نے لاہور میں عظیم الشان احتجاجی جلسے سے خطاب کرتے ہوئے بلوچستان کی پہلی منتخب صوبائی اسمبلی کی برطرفی پر حکومت پر کڑی تنقید کی تھی۔

نیپ اور جمعیت کی مخلوط صوبائی حکومت نے اپنے نو ماہ کے مختصر دور حکومت میں بہت سارے ''کارہاے نمایاں'' انجام دیے۔ان میں بلوچی زبان کے عربی رسم الخط کو رومن رسم الخط میں تبدیل کر کے بلوچوں کی آیندہ نسلوں کو ان کے قابل فخر اور شان دار ماضی سے کاٹ دینے کی سعی لا حاصل' کمیونزم کے افکار و نظریات کی ترویج و اشاعت کے لیے اشتراکی کتابوں کی نمایشوں اور سستی قیمت پر ان کی فراہمی کا اہتمام' روسی ثقافتی طائفے کو مدعو کر کے ان سے راگ رنگ' ناچ گانے' ثقافتی میلوں اور موسیقی کی محفلیں سجانا وغیرہ شامل تھا۔ جماعت اسلامی بلوچستان نے ان خرافات پر بھرپور تنقید کی۔ جس پر حکومت نے طیش میں آ کر جماعت اسلامی نوشکی کے صوبائی رہنما مولانا عبدالمجید مینگل کو ان کے دو ساتھیوں سمیت گرفتار کر کے غائب کر دیا۔اغوا کی اس حکومتی واردات پر جماعت اسلامی نے خان عبدالصمد خان اچکزئی کے ذریعے صوبائی اسمبلی میں سوال اٹھوایا تو معلوم ہوا کہ انھیں حکومت کا تختہ الٹنے کی سازش کے الزام میں گرفتار کر کے ڈسٹرکٹ جیل کوئٹہ بھجوا دیا گیا ہے۔کئی دوسرے محاذوں پر بھی جمہوری روایات کو مدنظر رکھتے ہوئے جماعت اسلامی بلوچستان صوبائی حکومت کے خلاف نبرد آزما رہی ہے' جو صوبہ بلوچستان میں جماعت اسلامی کے سیاسی کردار کی ایک الگ داستان ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس طویل پس منظر کے ساتھ ہماری گفتگو کا خاص محور اسی مخلوط صوبائی حکومت کا قائم کردہ 'بلوچستان قانون کمیشن' ہے، جو اس کا ایک سنجیدہ کام تھا' جسے اپنے مختصر دورِ حکومت میں اس نے انجام دیا۔

'بلوچستان قانون کمیشن' جسٹس فضل غنی خان کی سربراہی میں بٹھایا گیا تھا' جس کے ارکان میں قاضی محمد عیسیٰ خان بار ایٹ لا' حاجی محمد سرفراز خان ایڈووکیٹ' قاضی سعداللہ خان' مولوی محمد عمر' مولوی عبدالغفور' نواب عبدالقادر خان شاہوانی' نواب زادہ تیمور شاہ جوگیزئی' میر امیر الملک مینگل ایڈووکیٹ' میر محمد خان رئیسانی ایڈووکیٹ اور ذکاء اللہ لودھی ایڈووکیٹ شامل تھے' جب کہ محمد جعفر اور قاضی محمد عیسیٰ خان رکن مجلس شوریٰ قلات' کمیشن میں ریسرچ افسران کی حیثیت سے شامل تھے۔ آغا سید احمد شاہ اس کمیشن کے سیکرٹری تھے۔ اس کمیشن نے ۱۵ جولائی ۱۹۷۲ء کو ۳۴ سوالات پر مشتمل ایک سوال نامہ مرتب کر کے پورے صوبے میں مشتہر کرایا۔ علماے کرام' دانشوروں' قانون دانوں' سیاسی رہنماؤں اور خواص وعوام سے اس پر تجاویز اور مشورے طلب کیے۔ نیز یہ اعلان بھی کیا کہ اگر کوئی کمیشن کے روبرو پیش ہو کر بیان دینا چاہے تو اس کے متعلق کمیشن کو مطلع کیا جائے' تاکہ اس کے ضلع میں کمیشن کے دورے کے وقت اس کا بیان قلم بند کیا جاسکے۔ کوئٹہ کے علاوہ اس طرح کمیشن نے صوبے کے ضلعی مقامات پر جا کر بھی وفود سے ملاقاتیں کیں۔

برطانوی تسلط سے پہلے برعظیم کی طرح پورے بلوچستان میں بھی اسلامی شریعت صدیوں سے نافذ العمل تھی۔ شریعت کا قانون ہی ملک کا قانون (Law of Land) تھا۔ انگریزوں کی آمد کے بعد بلوچستان کا خطہ برٹش بلوچستان اور ریاستی بلوچستان میں منقسم کردیا گیا۔ ریاستی بلوچستان میں قلات' خاران' مکران اور لسبیلہ کی ریاستیں شامل تھیں' جب کہ باقی علاقہ برٹش بلوچستان کہلاتا تھا۔ ریاستی بلوچستان میں انگریزوں نے صرف پرسنل لا کی حد تک جزوی عدالتی نظام قاضیوں کے ہاتھ میں رہنے دیا۔ برٹش بلوچستان میں کلی طور پر انگریزی قانون کی عمل داری تھی۔ بعض علاقوں میں رسم ورواج اور جرگے کے قوانین جاری کیے گئے۔ زیادہ سخت جان علاقوں پر اپنی انتظامیہ کی گرفت کو مضبوط بنانے کے لیے ایف سی آر جیسے استبدادی کالے قوانین نافذ کیے گئے۔ پاکستان بن جانے کے بعد بھی بلوچستان میں یہ مختلف قوانین نافذ العمل رہے ہیں۔

قانون کمیشن کا مقصد اگرچہ یہ تھا کہ صوبے میں دیوانی اور فوجداری عدالتوں کے نظام جو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بیک وقت متعدّد قوانین کے تحت چل رہے تھے، یکسانیت کیسے پیدا کی جائے اور موجود رائج الوقت عدالتی نظاموں کے عدالتی طریق کار کو یکساں، بہتر اور آسان بنانے کے لیے کیا تدابیر اختیار کی جائیں؟ کمیشن کے جاری کردہ سوال نامے میں موجودہ قوانین کی جگہ شرعی قوانین کے نفاذ سے کوئی بحث نہیں کی گئی۔ سوال نامے میں کسی ایسی تبدیلی کی خواہش کا تاثر بھی نہیں ملتا تھا جسے اسلام کے حق میں انقلابی رجحان کہا جاسکے، تاہم اس موقعے پر صوبے کے عوام اور خواص نے کمیشن سے نفاذِ شریعت کا مطالبہ کر کے اپنی اس دیرینہ آرزو کا ایک مرتبہ پھر بڑی گرم جوشی کے ساتھ اظہار کیا، جس کی بنیاد پر پاکستان عالم وجود میں آیا تھا۔ قانون کمیشن سے یہ توقع نہ رکھتے ہوئے بھی کہ وہ شرعی قوانین کے نفاذ میں کوئی اقدام کرے گا، اس اقدام سے وہ اپنے احساسات کو ریکارڈ پر لانا چاہتے تھے۔

مولانا مودودیؒ کے افکار اور احیاے اسلام کی جدوجہد کے اثرات ملک کے دوسرے حصوں کی طرح بلوچستان پر بھی پڑے تھے، جس کی خاکستر میں احیاے شریعت کی چنگاری پہلے ہی سے موجود تھی جسے سید مودودیؒ کی منظّم جدوجہد نے شعلۂ جوالہ بنا دیا تھا۔ بلوچستان میں اس مقصد کے لیے مختلف مواقع پر ان کی چھ مرتبہ آمدورفت نے قوم پرست اور سیکولر عناصر کی مزاحمت کے باوجود عوام کو اسلامی نظام کے قیام کے لیے اٹھا کھڑا کیا تھا، جس کا اعادہ ایک مرتبہ پھر 'بلوچستان قانون کمیشن' کے قیام کے موقع پر ظہور پذیر ہوا۔

'بلوچستان قانون کمیشن' کے سوال نامے کے جوابات مرتب کرنے کے لیے جماعت اسلامی بلوچستان کے امیر مولانا عبدالعزیز مرحوم نے اپنی نگرانی میں جماعت کے ایک دیرینہ مخلص رفیق صفدر رشید ایڈووکیٹ کی سربراہی میں ایک کمیٹی بنا دی، جس میں عبدالمجید خان، حیات محمد قریشی، عبدالستار خان، مولانا عبدالحمید مینگل اور قیم صوبہ (یعنی راقم) شامل تھے۔ کمیٹی نے ۲۵ جولائی ۱۹۷۲ء سے کام شروع کر کے قانونی تشریحات کے ساتھ مفصل جوابات پر مشتمل ایک مسودہ تیار کرلیا، جسے صوبائی مجلس شوریٰ کے اجلاس منعقدہ ۱۳ تا ۱۵ اگست ۱۹۷۲ء میں برائے منظوری پیش کیا، تاکہ اس مسودے میں کوئی قانونی سقم نہ رہ جائے۔ سوال نامے کے جوابات مرتب کرنے میں جو محنت اور ریاضت کی گئی وہ کارکنانِ جماعت اسلامی کا خاص امتیاز ہے جو بانی جماعت سید مودودی میں بدرجۂ اتم پایا جاتا تھا۔ اس حوالے سے جماعت کا کارکن کبھی بوڑھا نہیں ہوتا اور دمِ واپسیں تک ہر دم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جواں اور اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں سرگرم عمل رہتا ہے۔ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ کی یہ بھی ایک تفسیر ہے۔

'بلوچستان قانون کمیشن' کا یہ سوال نامہ مولانا مودودیؒ کی خدمت میں اس خواہش کے ساتھ بھجوایا گیا' کہ وہ اس کے جو جوابات تحریر فرمائیں گے' وہ ایک مستند دستاویز کی صورت میں کمیشن کو پیش ہوگی۔ مولانا مودودیؒ کی جانب سے ایف سی آر' آر ڈی ننس نمبر۱' اور نمبر۲ مجریہ ۱۹۶۸ء اور قاضیوں کی عدالتوں کے بارے میں قانونی معلومات کے ساتھ ساتھ قانونِ شہادت قلات اور ضابطۂ فوجداری قلات کی قانونی کتب بھی طلب کی گئیں۔ مولانا مودودی نے 'بلوچستان قانون کمیشن' سے متعلقہ قانونی معلومات طلب فرمائیں' تاکہ وہ مطالعے کے بعد جوابات مرتب کرسکیں۔

مولانا مودودیؒ کی طرف سے طلب کردہ قانونی کتب اور مطلوبہ تشریحات' ۲۰ اگست ۱۹۷۲ء کو مرکز جماعت لاہور بھجوادی گئیں۔ ایک ہفتے کے بعد ۲۷ اگست کو مولانا مودودیؒ کے مرتب کردہ جوابات کا مسودہ جو ٹائپ شدہ فل سکیپ کے سات صفحات پر مشتمل تھا' نائب قیم جماعت اسلامی پاکستان کو مکتوب گرامی ۲۶ اگست ۱۹۷۲ء کے ساتھ موصول ہوگیا۔ انھوں نے تحریر فرمایا:

> جماعت اسلامی بلوچستان نے مرتب کردہ جوابات' تشریحی نوٹس' ضابطۂ فوجداری قلات اور قانونِ شہادت قلات موصول ہوئے تھے۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے 'بلوچستان قانون کمیشن' کے سوال نامے میں درج سوالات کے جوابات مرتب فرمادیے ہیں۔ ان جوابات کی ایک فاضل نقل' مولانا محترم کے دستخطی خط بنام صدر کمیشن ارسال خدمت ہیں۔ زائد نقل جوابات مولانا محترم' آپ کی حسب خواہش ارسال ہے۔ آپ اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ (خط محمد اسلم سلیمی بنام فضل الٰہی قریشی)

اس ہدایت کے مطابق مولانا مودودیؒ کے دستخطی خط بنام صدر قانون کمیشن کے ہمراہ اصل جوابات کو کمیشن' دفتر پہنچادیا گیا۔

جماعت اسلامی بلوچستان کے مرتب کردہ سوالات پر' مولانا مودودیؒ کے مرتبہ جوابات کی روشنی میں نظرثانی کرکے اسے آخری شکل دے دی گئی اور اس کی کاپیاں اندرونِ صوبہ اور بیرون صوبہ علمائے کرام' اہم شخصیات اور جماعتی حلقوں کو اس گزارش کے ساتھ بھجوائی گئیں' کہ وہ اس سے استفادہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کر کے قانون کمیشن کو اپنا جواب براہ راست ارسال کریں۔ جماعت اسلامی نے پورے صوبے کو اس حوالے سے متحرک کر کے یہ جواب نامہ بھی قانون کمیشن کو بروقت پہنچا دیا تھا۔

'بلوچستان قانون کمیشن' نے ۳۱ اگست ۱۹۷۲ء کو جماعت اسلامی بلوچستان کے وفد کو بالمشافہ گفتگو کے لیے بلوچستان صوبائی سیکرٹریٹ کوئٹہ کے لاسیکشن میں مدعو کیا تھا۔ مولانا عبدالعزیز کی سربراہی میں جماعت کے وفد نے کمیشن سے ملاقات کی۔ وفد میں عبدالمجید خان، حیات محمد قریشی، مولانا عبدالمجید مینگل، عبدالستار خان اور راقم شامل تھے۔ جسٹس فضل غنی کے ساتھ قانون کمیشن کے تمام ارکان موجود تھے۔ وفد نے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے جواب نامے کا بھی ذکر کیا، جس پر جسٹس فضل غنی نے فرمایا: ''میں نے خصوصی طور پر اسے پڑھا ہے''۔ پھر انھوں نے وہ فائل منگوائی جس میں مولانا مودودی کے جوابات تھے۔ حاضرین سے مخاطب ہوئے اور کہا: ''مولانا مودودی سے اختلاف تو ہوسکتا ہے لیکن ان کے تبحرِ علمی سے انکار نہیں کیا جاسکتا''۔ پھر انھوں نے اس کی تائید میں مولانا محترم کے جوابات میں سے کچھ حصے پڑھ کر سنائے جس پر حاضرین نے صاد کیا۔

بلوچستان کی معروف شخصیت قاضی محمد عیسیٰ بار ایٹ لا، ۱۹۴۵ء میں مسلم لیگ بلوچستان کی تشکیل کے موقع پر اس کے پہلے صوبائی صدر منتخب ہوئے تھے اور جنھوں نے تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا تھا، بحیثیت رکن قانون کمیشن وہاں موجود تھے، وہ گویا ہوئے ''۱۰ مارچ ۱۹۶۹ء کو راولپنڈی میں جنرل محمد ایوب خان کے ساتھ حزب اختلاف کے جو تاریخی مذاکرات ہوئے تھے، وہاں میں نے پہلی مرتبہ مولانا مودودی کو سنا۔ ان کا انداز سب سے منفرد تھا۔ میں نے اس وقت محسوس کیا کہ ایک عالمِ دین کو حالات کی رفتار اور اس کی نبض پر پورے شعور اور ادراک کے ساتھ کس قدر گرفت حاصل ہے۔ انھوں نے اپنے مختصر خطاب میں پوری جامعیت کے ساتھ وہ سب کچھ سمو دیا تھا جو اس وقت کی متحدہ اپوزیشن کا نقطۂ نظر تھا۔ میں ان کی شخصیت، خلوص اور عالمانہ تقریر سے بے حد متاثر ہوا تھا''۔

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی جانب سے 'بلوچستان قانون کمیشن' کے سوال نامے کا جواب درحقیقت وہی صدائے بازگشت ہے، جو تاریخ پاکستان کے نشیب و فراز کے ہر موڑ پر سید مودودیؒ کی اسلام کو بطور ایک نظام زندگی کے پیش کرنے کی تجدیدی کاوش اور اسلامی شریعت کے ہر شعبۂ زندگی میں عملی نفاذ کی طویل جدوجہد میں واضح طور پر سنائی دیتی ہے۔ انھیں یقین تھا کہ پاکستان کو خالصتاً

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک اسلامی، جمہوری اور فلاحی مملکت کا حقیقی نمونہ بنا کر دنیاے انسانیت کو اسلام کی طرف راغب کیا جاسکتا ہے اور تمام موجودہ نظام ہاے حیات پر اسلام کی فوقیت اور بالادستی کو ثابت کیا جاسکتا ہے۔

ملک اور بلوچستان کے حوالے سے تاریخی شواہد کی روشنی میں اس تمہیدِ طولانی کے بعد، آگے 'بلوچستان قانون کمیشن' کا سوال نامہ اور اس کے بعد مولانا مودودیؒ کے جوابات پیش کیے جارہے ہیں۔

'بلوچستان قانون کمیشن' کا سوال نامہ

● ۱- کیا صوبہ بلوچستان میں عدالت ہاے عالیہ ہائی کورٹ و سپریم کورٹ کو ہر قسم کے مقدمات کی سماعت کا اختیار دیا جائے یا نہ؟ ● ۲- اگر آپ کا جواب نفی میں ہے تو وجوہات کیا ہیں اور متبادل عدالت ہا اور کون سا طریق کار آپ تجویز کریں گے؟ ● ۳- کیا ایف سی آر تمام صوبے میں یکساں طور پر نافذ کیا جائے یا اس کو منسوخ کیا جائے، اگر نافذ کیا جائے تو وجوہات تحریر فرمائیں؟ الف- اگر آپ جرگہ کا قانون چاہتے ہیں، تو جرگہ ممبران کی قابلیت وصلاحیت کیا ہوں؟ تعداد کتنی ہو، ان کی نامزدگی کتنے عرصے کے لیے ہو اور ان کو مقرر کرنے کا اختیار کسے حاصل ہو؟ ب- جرگہ کے عدالتوں کے فیصلے کے خلاف اپیل کے لیے آپ کون سی عدالت تجویز کریں گے؟ ● ۴- کیا آرڈی ننس نمبر۱ اور نمبر۲ مجریہ ۱۹۶۸ء کو تمام صوبے میں یکساں طور پر نافذ کیا جائے یا منسوخ کیا جائے؟ نافذ کرنے کی صورت میں وجوہات بتائیں؟ ● ۵- کیا تمام مقدمات کی سماعت کے لیے صوبے میں قاضیوں کی عدالت ہا قائم کی جائیں اور ان عدالتوں کے فیصلے کی اپیل کے لیے مجلس شوریٰ مقرر کی جائے یا تمام صوبے میں عدالت ہا مجسٹریٹ (سول جج) و ڈسٹرکٹ جج قائم کی جائیں؟ الف- اگر آپ کی تجاویز قاضیوں کی عدالت کے حق میں ہے تو قاضی کی عدالت کا طریق کار کیا ہو اور قاضیوں کی علمی اہلیّت کیا ہو؟ ● ۶- کیا تمام صوبے کی فوجداری عدالتوں کے لیے یکساں طور پر ضابطہ فوجداری پاکستان ۱۸۹۸ء نافذ کیا جائے یا ضابطہ فوجداری قلات تمام صوبے میں نافذ کیا جائے؟ الف- اگر ضابطہ فوجداری قلات تمام صوبے میں نافذ کیا جائے تو کیا آپ اس میں ترامیم پیش کرنا چاہتے ہیں؟ اگر ہاں تو کیا؟ ب- کیا موجودہ ضابطہ فوجداری پاکستان میں کوئی ایسی ترمیم پیش کرنا پسند

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کریں گے جو اس صوبے کے اقتصادی و سماجی حالات کے مطابق ہو؟ ● ۷- کیا ضابطہ فوجداری میں مقرر کردہ قابل راضی نامہ جرائم کے علاوہ کوئی دیگر جرائم جو فی الحال ناقابل راضی نامہ ہیں کو قابل راضی نامہ بنایا جائے اور راضی نامہ کی شرائط کیا ہوں؟ الف- کیا آپ موجودہ قابل راضی نامہ جرائم میں سے کچھ جرائم کو ناقابل راضی نامہ بنانا تجویز کریں گے؟ اگر ہاں، تو آپ کی تجاویز کیا ہیں؟ ● ۸- کیا جھوٹے فوجداری مقدمات میں مستغیث کے خلاف عدالت کو ہرجانہ دلانے کا اختیار ہو؟ اگر ہاں تو کس قدر؟ ● ۹- موجودہ مندرجہ ذیل کورٹ فیس کی شرح میں سے آپ کس کی سفارش کرتے ہیں: ۱- مرکزی حکومت کے قانون کورٹ فیس ۵ فی صد یا ۲- ایف سی آر کے قانون کورٹ فیس ۲ روپے سیکڑہ یا ۳- صوبائی حکومت کے قانون کورٹ فیس سوا گیارہ فی صد۔ الف- اور مدعی کے لیے عدالت یا اپیل کے لیے دستور العمل دیوانی قلات کے مطابق صرف ایک روپیہ ہو۔ اور اسی طرح مدعا علیہ کے لیے بصورت اپیل ایک مرتبہ کورٹ فیس دینا لازمی ہو اور بعد کی شرح ایک روپیہ ہو۔ ● ۱۰- شریعت کے مطابق کورٹ فیس کا قانون کیا ہونا چاہیے، اور اس بارے میں آپ کی تجاویز کیا ہیں؟ ● ۱۱- کیا عدالت عالیہ میں رٹ درخواست پر فیس موجودہ شرح بحساب ۱۰۰ روپیہ یا حسب سابق پانچ روپے ہو؟ ● ۱۲- کیا موجودہ قانون معیاد میں شرعی قوانین کی روشنی میں آپ کچھ ترامیم پیش کرنا چاہتے ہیں؟ اگر ہاں تو کن کن دفعات اور آرٹیکل کے متعلّق؟ ● ۱۳- کیا صوبے میں تمام دیوانی اور فوجداری عدالتوں کے لیے قانون شہادت پاکستان مجریہ ۱۸۷۲ء یکساں طور پر لگایا جائے، یا قانون شہادت قلات کے تمام صوبے کی عدالتوں پر اطلاق ہو؟ آپ جس قانون کو پسند کریں اس میں کوئی ترمیم پیش کریں گے، اور وہ ترامیم کیا ہیں۔ تفصیل سے بتائیں؟ ● ۱۴- صوبے کی عدالتوں میں کون سا قانون شہادت رائج کیا جائے، اس میں آپ کی تجاویز کیا ہیں؟ ● ۱۵- موجودہ عدالتوں کے طریق کار میں جو تاخیر ہوتی ہے اس کے تدارک و سدباب کے لیے آپ کیا تجاویز پیش کرتے ہیں؟ کیا عدالت کو فیصلہ کرنے کے لیے کوئی میعاد مقرر کی جاسکتی ہے؟ ● ۱۶- کیا قاضی/سول ججوں اور دیگر موجودہ عدالتوں کی تعداد و مقام کافی ہیں، یا ان کی تعداد بڑھائی جائے اور کن کن جگہوں پر ان کی ضرورت ہے؟ ● ۱۷- کیا بلوچستان کے صوبے میں ہائی کورٹ کے موجودہ ایام کار کافی ہیں۔ اگر نہیں تو اس بارے میں آپ کی کیا تجاویز ہیں؟ ● ۱۸- ہائی کورٹ کے فیصلے کے خلاف اپیل کرنے میں کیا کیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دقتیں درپیش ہیں، اور ان کے ازالے کے لیے آپ کیا تجاویز پیش کرتے ہیں؟ ● ۱۹- عائلی قوانین کے نفاذ کے بارے میں لوگوں کو کس قسم کی دقتیں درپیش ہیں، اور ان کے تدارک کے لیے آپ کی کیا تجاویز ہیں؟ ● ۲۰- اس صوبے میں عدلیہ اور انتظامیہ کو علیحدہ علیحدہ کرنے میں آپ کی تجاویز کیا ہیں؟ ● ۲۱- کیا موجودہ رواج کے مطابق مختلف مقدمات میں ملوث عورتیں اور نابالغ بچوں کی سپردگی کا طریقہ سردار صاحبان و دیگر معتبران کے پاس درست ہے؟ اگر نہیں تو آپ کی کیا تجاویز ہیں؟ ● ۲۲- آپ موجودہ تفتیشی اداروں اور عدالتوں سے رشوت ستانی، بددیانتی، دروغ گوئی و تاخیر کو ختم کرنے کے لیے کیا تجاویز پیش کرتے ہیں؟ ● ۲۳- کیا پولیس کی ضمنی جو دوران تفتیش تحریر کی جاتی ہے کو ملزم کو دیکھنے کا حق دیا جائے؟ اگر ہاں، تو کن شرائط پر؟ ● ۲۴- کیا آپ کی رائے میں وہ حالات جن میں موجودہ جوڈیشل آفیسر کام کرتے ہیں (رہایش، تنخواہ، کام کرنے کی جگہ، لائبریری وغیرہ) ان کی کارکردگی پر اثرانداز ہوتے ہیں، اور کیا ان کی کارکردگی ان حالات کو بہتر بنا کر بہتر ہوسکتی ہے۔ اس بارے میں آپ کی کیا تجاویز ہیں؟ ● ۲۵- تازہ قانونی اصلاحات مجریہ آرڈی ننس ۱۲، ۱۹۷۲ء کے خلاف آپ کی کیا شکایات ہیں اور ان کو رفع کرنے کے لیے آپ کیا تجاویز پیش کرتے ہیں؟ ● ۲۶- کیا آپ مقدمات کی سماعت میں جیوری سسٹم کو رائج کرنا چاہتے ہیں؟ اگر ہاں تو کس قسم کے مقدمات میں یہ سسٹم ہونا چاہیے اور جیوری کے ممبران کی قابلیت اور صلاحیت کس قسم کی ہو؟ ان کی تعداد کیا ہو؟ اور ان کے انتخاب کا کیا طریقہ ہو؟ ● ۲۷- کیا آپ کی رائے میں خصوصی عدالتیں مثلاً انڈسٹریل کورٹ، ریونیو کورٹ، فیملی کورٹ و سپیشل کورٹ جاری رکھی جائیں، یا یہ کام عام عدالتیں سرانجام دیں، یا ان مختلف عدالتوں کے لیے خاص طور پر افسران جلیس مقرر کیے جائیں؟ اس صورت میں کیا آپ اس کے حق میں ہیں کہ پنشن یافتہ جوڈیشل افسران کو ان عدالتوں کا افسر جلیس مقرر کیا جائے؟ ● ۲۸- سمنات کی تعمیل میں جو تاخیر ہوتی ہے اس کی وجوہات کیا ہیں؟ اس کے تدارک کے لیے آپ کیا تجاویز پیش کرنا چاہتے ہیں؟ ● ۲۹- عدالت ہاے دیوانی یا عدالت ہاے قاضی سے فیصلہ ہونے کے بعد اجرا میں کیا کیا دشواریاں پیش آتی ہیں اور ان کے تدارک کے لیے آپ کیا تجاویز پیش کرتے ہیں؟ ● ۳۰- کیا مقدمات دیوانی عدالت ہاے قاضی میں براہ راست دائر کیے جائیں اور قاضی صاحب کو اجراڈگری کے کلی اختیارات دیے جائیں؟ اس بارے میں آپ کی تجاویز کیا ہیں؟ اگر جواب اثبات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں ہے تو قاضی صاحب کے اختیارات وعملہ کیا ہوں؟ ● ۳۱- کیا آپ صوبے میں دیوانی وفوجداری موجودہ نظام کے سلسلے میں مزید اور کوئی تجاویز پیش کرنا چاہتے ہیں جو بلوچستان کے صوبے کی خصوصی قانونی ضروریات کے مطابق ہوں اور آپ کی رائے میں عدالتی نظام میں یکسانیت پیدا کرنے کے لیے مفید ہوں؟ ● ۳۲- مندرجہ بالا سوالات کے علاوہ کوئی اور تجویز جو آپ کی رائے میں بلوچستان میں نظامِ عدالت کو جلد' آسان' سستا و قابلِ عمل بنانے میں ممد ومعاون ثابت ہوں؟ ● ۳۳- فوجداری مقدمات میں وکیل سرکار (پبلک پراسیکیوٹر) و دیگر پولیس افسر جو کام کرتے ہیں ان کی کارکردگی کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ ● ۳۴- کیا اس محکمے کو مزید موثر بنانے کے لیے آپ مزید کوئی اور تجاویز پیش کریں گے؟

کمیشن کے سوال نامے کے جوابات از مولانا مودودیؒ

۱- ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کا اختیارِ سماعت (jurisdiction) بلوچستان کے تمام علاقوں تک وسیع کیا جائے' بالکل اسی طرح جس طرح پاکستان کے دوسرے علاقوں میں ہے۔ اگر صوبہ بلوچستان کے کچھ علاقے یا کچھ اقسام کے مقدمات پاکستان کے دوسرے علاقوں سے مختلف طور پر اس سے مستثنیٰ ہیں تو یہ استثنا ختم کر دینا چاہیے' تاکہ بلوچستان کے تمام باشندوں کو اپنے قانونی حقوق کے تحفظ کا اطمینان حاصل ہو سکے۔

۲- اس کا جواب اوپر کے سوال کے جواب میں آ گیا ہے۔

۳- ایف سی آر کا تصور جس حکومت کے زمانے میں پیدا ہوا تھا وہ ایک بیرونی استعماری حکومت تھی' جس کے پیشِ نظر اس ملک کی آبادی کے زیادہ جان دار حصوں کو استبدادی قوانین کے ذریعے سے دبا کر رکھنا تھا۔ اس تصور کو اب پاکستان کی آزاد قومی حکومت میں ختم ہونا چاہیے اور اس قانون کا اطلاق ملک کے کسی بھی حصّے میں نہ ہونا چاہیے۔ حقیقت میں اس پر لفظِ قانون کا اطلاق بھی نہیں ہوتا' بلکہ یہ انتظامیہ کے لامحدود اختیارات کی ایک دوسری شکل ہے۔ اسلام نے ایسے اختیارات نہ انتظامیہ کو دیے ہیں' نہ ایسے جرگوں کو دیے ہیں جو شریعت کے احکام سے ناواقف اور من مانی کارروائیوں کے عادی ہوتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۴- آرڈی ننس نمبر ۱، ۲ مجریہ ۱۹۶۸ء لاقانونی' قانون ہیں' اور پاکستان میں اس طرح کے آرڈی ننسوں کے ذریعے سے عدل وانصاف کی مٹی پلید کرنا نرم سے نرم الفاظ میں شرمناک ہے۔ ان دونوں آرڈی ننسوں کا نفاذ صوبہ بلوچستان میں ختم کر دینا چاہیے اور اسی معروف قانونی طریق کار کو دیوانی اور فوجداری معاملات میں اختیار کرنا چاہیے' جو عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کرتا ہو۔

۵- لفظ 'قاضی' کا یہ تصور بنیادی طور پر غلط ہے کہ وہ جج یا مجسٹریٹ سے مختلف کوئی چیز ہے۔ اسلامی اصطلاح میں 'قاضی' جج ہی کو کہتے ہیں۔ یہ ایک بدعت ہے کہ پرسنل لا کو جاری کرنے والے 'قاضی' ہوں اور عام قوانین پر فیصلہ کرنے والے جج یا مجسٹریٹ ہوں۔ یہ تصور بیرونی غیر اسلامی تسلط کے بعد پیدا ہوا۔

بلوچستان کے بعض حصوں میں قاضیوں کی عدالتیں قائم رہی ہیں' وہ بھی نہ اسلام کے تصور کے مطابق ہیں اور نہ اسلامی معیار پر پوری اترتی ہیں۔ بلوچستان کی موجودہ حکومت کو پہلے یہ فیصلہ کرنا چاہیے کہ آیا وہ اسلامی شریعت کو محض 'پرسنل لا' تک محدود رکھنا چاہتی ہے یا قانون کے پورے دائرے پر وسیع کرنا چاہتی ہے؟ اگر پہلی صورت ہے تو میں اس کو اصولاً غلط سمجھتا ہوں۔ اس لیے اس کے بارے میں کوئی تجویز پیش نہیں کرنا چاہتا۔ البتہ اگر دوسری صورت ہے تو تمام معاملات میں شرعی قوانین نافذ کیے جائیں' ان کے مطابق فیصلہ کرنے والوں کو اسلامی اصطلاح کے مطابق 'قاضی' قرار دیا جائے۔ جج اور مجسٹریٹ کی اصطلاحیں چھوڑ دی جائیں کیونکہ ان سے انگریزی قانون کا تصور پیدا ہوتا ہے۔ اور 'قاضی' ایسے ہونے چاہییں جو شریعت کے قانون سے اچھی طرح واقف ہوں' باوقار اور پاکیزہ اخلاق کے لوگ ہوں۔ ان کو تنخواہیں اسی معیار کے مطابق دی جائیں جو ججوں اور مجسٹریٹوں کا معیار ہے۔ تمام معاملات میں مقدمات براہ راست ان کی عدالت میں پیش کیے جائیں اور ان کے فیصلے انھی کے حکم کے مطابق نافذ کیے جائیں۔ ان کے نفاذ اور عدم نفاذ کا فیصلہ کرنے میں انتظامیہ کا کوئی دخل نہ ہو۔ ان قاضیوں کے اوپر ہر ضلع میں 'صدر قاضی' اس طرح مقرر کیا جائے جس طرح ڈسٹرکٹ جج یا سیشن جج ہوتے ہیں۔ ان کے پاس ماتحت قاضیوں کے فیصلوں کی اپیلیں کی جا سکیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

'صدر قاضی' کی عدالت سے اوپر ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کی عدالتیں رہیں گی۔ انھیں لازماً اپیلوں کی سماعت میں بلوچستان کے شرعی قوانین کا لحاظ کرنا پڑے گا۔

۶- ضابطۂ فوجداری قلات کی بہ نسبت ضابطۂ فوجداری پاکستان ۱۸۹۸ء زیادہ بہتر ہے، مگر اس میں شریعت کے مطابق ترمیمات ہونی ضروری ہیں، کیونکہ انصاف کے راستے میں بہت سی رکاوٹیں اس ضابطے کی بدولت پیدا ہوتی ہیں۔ اسلامی فقہ کی مبسوط کتابوں میں ضابطے کی بہت سی تفصیلات موجود ہیں اور جن ملکوں میں اس وقت بھی اسلامی قانون کے مطابق عدالت کا نظام چل رہا ہے، ان کے طریق کار سے بھی بہت کچھ فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ چونکہ یہ ایک تفصیلی بحث ہے اور سوال نامے کے جواب میں میرے لیے یہ [فوری طور پر] بتانا مشکل ہے کہ ضابطۂ فوجداری پاکستان میں اسلامی ضابطے کے مطابق کیا کیا ترمیمات ہونی چاہییں؟ اس لیے میں اس مسئلے کو عملی طور پر حل کرنے کے لیے تین تجویزیں پیش کرتا ہوں:

(۱) 'اسلامی مشاورتی کونسل' جسے چھ سال پہلے مرکزی حکومت نے قائم کیا تھا، اس سے دریافت کیا جائے کہ اس نے ضابطۂ فوجداری پاکستان اور اسلامی ضابطے کا تقابلی مطالعہ کر کے کچھ ترمیمات مرتب کی ہیں یا نہیں۔ اگر کی ہیں تو وہ کیا ہیں؟

(۲) آپ کے کمیشن کے ساتھ کم از کم دو تین صاحب فتویٰ علما کو (جو جزئیات سے اچھی طرح واقف ہوں) شامل کیا جائے، اور وہ دونوں ضابطوں کا تقابلی مطالعہ کر کے ضروری ترمیمات مرتب کریں۔

(۳) افغانستان میں 'فقہ حنفی' کے مطابق اور سعودی عرب میں 'فقہ حنبلی' کے مطابق پورا عدالتی نظام چل رہا ہے۔ کمیشن کے دو تین اصحاب ان ملکوں میں جا کر دیکھیں کہ ان کے ہاں کیا ضابطہ جاری ہے۔ ہمارے ملک میں چونکہ اسلامی قانون ایک مدت سے جاری نہیں رہا ہے، اس لیے دونوں ضابطوں کا فرق اچھی طرح نہیں سمجھا جاسکتا، جب تک کہ اس ملک کے ضابطے سے اچھی طرح واقفیت رکھنے والے، ان ملکوں کے عدالتی طریقِ کار کا جائزہ نہ لیں، جہاں اسلامی قانون اب بھی عملاً نافذ ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۷- اس سوال کے صحیح جواب کے لیے بھی یہ جاننا ضروری ہے کہ اس قانون میں قابل راضی نامہ اور ناقابل راضی نامہ جرائم کون کون سے ہیں اور اسلامی قانون میں کون سے۔ اس کا تفصیلی جائزہ ایک ایسی کمیٹی ہی لے سکتی ہے، جس میں موجودہ قانون کے ماہرین کے ساتھ ساتھ اسلامی قانون کے بھی دو تین صاحب فتویٰ عالم شامل ہوں اور وہ ان کا تفصیلی جائزہ لیں۔ ایک نمایاں مثال دونوں قوانین کے فرق کی میں بتا سکتا ہوں، کہ زنا کا معاملہ بعض حالات میں موجودہ قانون کے اندر قابل راضی نامہ ہے، لیکن اسلام میں وہ کسی صورت میں بھی قابلِ راضی نامہ نہیں ہے۔ برعکس اس کے قتل کا معاملہ موجودہ قانون میں قابلِ راضی نامہ نہیں ہے اور اسلامی قانون اسے ایسی حالت میں قابلِ راضی نامہ قرار دیتا ہے، جب کہ کسی دباؤ کے بغیر مقتول کے وارث راضی نامہ کرنے کے لیے تیار ہوں۔ اس معاملے میں خود قرآن ہی کے احکام واضح ہیں۔

۸- یہ بات تو واضح ہے کہ جھوٹا مقدمہ دائر کرنا ایک جُرم ہے۔ مگر یہ جرم دو شکلوں میں رو بہ عمل آتا ہے۔ ایک شکل یہ ہے کہ عام باشندوں میں سے کوئی شخص کسی شخص کے خلاف جھوٹا الزام لگا کر استغاثہ کرے۔ دوسری شکل یہ ہے کہ پولیس بطور خود یا کسی کے ایما سے کسی پر جھوٹا مقدمہ قائم کرے۔ پہلی شکل میں لیجسلیچر (legislature) کو کسی مناسب جرمانے کی زیادہ سے زیادہ حد مقرر کر دینی چاہیے، اور یہ بات عدالت پر چھوڑ دینی چاہیے کہ وہ جرم اور مجرم دونوں کی حالت کو نگاہ میں رکھ کر قانون کی تجویز کردہ حد کے اندر کوئی جرمانہ عائد کرے۔ دوسری شکل میں جھوٹے مقدمے میں کسی شخص کو پھانسنا بھی جرم ہونا چاہیے۔ اس جرم کی قانونی یا انتظامی سزا کیا ہو؟ میرے علم کی حد تک پہلی نوعیت کے جرم کی بہ نسبت دوسری نوعیت کا جرم زیادہ ہو رہا ہے اور اس پر کوئی باز پرس نہ ہونے یا برائے نام ہونے کی وجہ سے یہ ظلم حد سے بڑھتا جا رہا ہے۔

۹- کورٹ فیس کا تصور ہمارے ملک میں انگریزی دور حکومت ہی میں پیدا ہوا ہے، ورنہ مسلمان اس سے بالکل ناآشنا تھے اور اسلام کی پوری قانونی تاریخ میں کبھی کورٹ فیس نہیں لگائی گئی ہے۔ لوگوں کے درمیان عدل کا انتظام کرنا ایک مسلمان حکومت کے بالکل ابتدائی فرائض میں سے ہے، اور کورٹ فیس لگانے کے معنی یہ ہیں کہ کسی شخص کو انصاف نہیں ملے گا جب تک وہ انصاف کی فیس ادا نہ کرے۔ البتہ جو شخص ناجائز طور پر کسی کا حق مارنے کے لیے یا کسی پر ظلم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرنے کے لیے ممکنہ انصاف سے رجوع کرتا ہے اور اس کا جھوٹ ثابت ہو جاتا ہے، اس پر جو بھاری سے بھاری جرمانہ ممکن ہو وہ عائد کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح سے جھوٹی شہادت دینے والوں یا کسی قسم کی جعل سازی کرنے والوں پر بھی جرمانے عائد کیے جاسکتے ہیں۔

۱۰- اس سوال کا جواب بھی اوپر آچکا ہے۔

۱۱- اس کا جواب بھی سوال نمبر ۹ کے جواب میں آچکا ہے۔

۱۲- اس سوال کا جواب وہی ہے، جو میں نے سوال نمبر ۶ کے جواب میں لکھا ہے۔ یہ ایک تفصیلی بحث ہے کہ موجودہ قانون میں جو معیادیں مقرر ہیں، وہ اسلامی قانون کے کس حد تک مطابق ہیں اور کس حد تک اس کے خلاف، اور ان میں کیا ترمیمات ہونی چاہییں۔ اس معاملے میں 'اسلامی مشاورتی کونسل' سے بھی دریافت کرنا چاہیے۔

دوسرے مسلم ممالک جہاں اسلامی قانون جاری ہے ان کے ضابطے کو بھی دیکھنا چاہیے، اور خود اس کمیٹی میں دو تین علما کو شامل کر کے تفصیلی جائزہ لیا جانا چاہیے کہ موجودہ قانونِ معیاد کس حد تک انصاف کے مطابق اور کس حد تک اس کے خلاف ہے اور شریعت کے مطابق اس میں کیا تبدیلیاں ہونی چاہییں۔

۱۳- قانونِ شہادت قلات کی بہ نسبت قانونِ شہادت پاکستان زیادہ بہتر ہے، لیکن اس میں بعض ایسی اصلاحات کی ضرورت ہے جس سے یہ 'اسلامی قانون شہادت' کے مطابق ہو جائے۔ اگرچہ موجودہ قانون بھی بنیادی طور پر 'اسلامی قانونِ شہادت' ہی سے ماخوذ ہے لیکن اس میں متعدّد چیزیں ایسی ہیں جو 'شرعی قانونِ شہادت' سے مطابقت نہیں رکھتیں اور انصاف کے بجائے بے انصافی میں مددگار ہوتی ہیں۔ اس غرض کے لیے دونوں قوانین کا تقابلی مطالعہ ضروری ہے، تاکہ جہاں جہاں فرق واقع ہوتا ہو اسے نوٹ کر لیا جائے اور اسلامی قانون کے مطابق تبدیل کر دیا جائے۔ اس بارے میں بھی میری تجویز وہی ہے، جو میں نے سوال نمبر ۶ کے بارے میں پیش کی ہے۔

۱۴- اس کا جواب سوال نمبر ۱۳ کے جواب میں آ گیا ہے۔

۱۵- تاخیر کے اسباب کا تفصیلی جائزہ لینا ضروری ہے۔ اس کو بڑی حد تک انتظامیہ اور عدلیہ کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علیحدگی سے دور کیا جاسکتا ہے۔ ریاست حیدرآباد [دکن] نے ۱۹۲۱ء ہی میں انتظامیہ کو عدلیہ سے مکمل طور پر علیحدہ کر دیا تھا۔ وہاں کسی انتظامی عہدے دار کے سپرد کوئی عدالتی کام نہ تھا اور کسی حاکم عدالت کے سپرد کوئی انتظامی کام نہ تھا۔ میں چونکہ وہاں برسوں رہا ہوں، اس لیے مجھے معلوم ہے کہ وہاں مقدمات کے فیصلوں میں اتنی تاخیر نہیں ہوتی تھی، جتنی 'برطانوی ہند' کی عدالتوں میں ہوا کرتی تھی۔

اس کے علاوہ تاخیر کے کچھ اسباب اخلاقی بھی ہیں: کسی شخص کو حاکمِ عدالت مقرر کرنے سے پہلے اس کی قانونی قابلیت دیکھنے کے ساتھ اگر اس کی اخلاقی پاکیزگی اور دیانت کے بارے میں بھی اطمینان کر لیا جائے، تو اس کا امکان نہیں رہتا کہ حاکم عدالت کسی نوعیت کے ناجائز اثر میں آکر پیشیوں پر پیشیاں بڑھاتا چلا جائے، مظلوم کو تنگ کرے اور ظالم کی رسی دراز کرے۔ عدالتی انتظامیہ اور پولیس کا بھی مقدمات کو طول دینے میں اچھا خاصا دخل ہے۔ اس مرض کا علاج بھی ان لوگوں کی اخلاقی حالت درست کیے بغیر نہیں ہوسکتا، جو کسی نہ کسی طور پر انصاف کے انتظام سے وابستہ ہیں۔ اس امر کی نگرانی کا بھی جہاں تک مجھے علم ہے کوئی انتظام نہیں ہے کہ عدالتیں مقدمات کا فیصلہ کرنے میں کتنی دیر لگاتی ہیں۔ اگر کوئی ایسا انتظام کیا جائے کہ وقتاً فوقتاً یہ دیکھا جاتا رہے کہ مقدمات کے فیصلے میں کتنی تاخیر کی گئی ہے اور کس حد تک وہ ناگزیر تھی اور کس حد تک وہ بے جا تھی، اور بے جا تاخیر پر حاکمانِ عدالت سے باز پرس کی جائے تو اس خرابی کا کافی حد تک تدارک کیا جاسکتا ہے۔ محض روٹین (routine) کے طور پر عدالتوں کی کارگزاری کا جائزہ لینا اس معاملے میں کچھ مفید نہیں ہے۔ جہاں تک عدالت کے لیے فیصلہ کرنے کی معیاد مقرر کرنے کا تعلّق ہے، میرے نزدیک یہ قابل عمل نہیں ہے کیونکہ اس کا بہت بڑی حد تک مقدمات کی نوعیت سے تعلّق ہے۔ اگر عدالتوں پر نگرانی اور احتساب کا انتظام معقول ہو تو یہ دیکھا جاسکتا ہے کہ کس مقدمے کے فیصلے میں ناروا تاخیر ہوئی ہے اور کس کا فیصلہ معقول مدت کے اندر ہوا ہے۔ اس کے علاوہ بھی تاخیر کے بہت سے اسباب ہیں، جن کا بہرحال قانون دان اصحاب آسانی سے جائزہ لے سکتے ہیں اور خود آپ کے معزز کمیشن میں ایسے اصحاب موجود ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۶- میں بلوچستان کے حالات سے اتنی تفصیلی واقفیت نہیں رکھتا کہ اس معاملے میں کوئی رائے دے سکوں۔ بہرحال چونکہ بلوچستان کا رقبہ بہت وسیع ہے اور آبادی منتشر ہے، اس لیے عدالتیں ایسے مقامات پر قائم کی جانی چاہییں، جو انصاف طلب کرنے والوں کی دسترس سے بہت زیادہ دور نہ ہوں اور ایک ہی عدالت کو دیوانی، فوجداری اور پرسنل لا کے معاملات کا فیصلہ کرنے کا اختیار ہونا چاہیے، تاکہ انصاف طلب کرنے والے جگہ جگہ مارے مارے نہ پھریں۔ اس لحاظ سے آپ کا معزز کمیشن، بلوچستان کے مختلف علاقوں میں کام کرنے والے حاکمانِ عدالت اور وکلا سے مشورہ لے کر بہ آسانی تحقیق کر سکتا ہے کہ آپ کے صوبے میں عدالتیں کافی ہیں یا نہیں اور آیا وہ مناسب جگہوں پر ہیں یا نہیں۔

۱۷- اس معاملے میں میرے نزدیک تو مناسب یہ ہوگا کہ سندھ و بلوچستان ہائی کورٹ کے کم از کم دو ججوں کا ایک بنچ مستقل طور پر صوبہ بلوچستان میں رہے۔ یہ صورت اگر قابلِ عمل نہ ہو تو بلوچستان کے لیے ہائی کورٹ کے موجودہ ایام کار میں اضافہ کر دینا چاہیے۔

۱۸- بلوچستان جیسے وسیع و عریض صوبے کی غریب آبادی کے لیے یہ بہت مشکل معلوم ہوتا ہے کہ وہ سپریم کورٹ میں اپنے مقدمات کی پیروی کے لیے لاہور کے (یا اگر سپریم کورٹ اسلام آباد منتقل ہو جائے تو اسلام آباد کے) چکر کاٹ سکے۔ اگر ایسا ہو سکے کہ جس طرح سپریم کورٹ کے اجلاس مشرقی پاکستان میں ہوتے رہے ہیں اور جس طرح کے انتظامات اب بھی کراچی میں ہیں، اسی طرح کا کوئی انتظام بلوچستان میں کر دیا جائے۔ اس معاملے میں صحیح رائے، سندھ و بلوچستان ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے درمیان اور آپ کے کمیشن کے درمیان باہمی مشاورت ہی سے قائم کی جا سکتی ہیں۔

۱۹- مروجہ عائلی قوانین تو اپنی بہت سی تفصیلات میں شریعت سے متصادم ہیں۔ اس لیے ان کو تو منسوخ کرنا چاہیے، لیکن 'محمڈن لا' کے نام سے جو عائلی قانون انگریزی حکومت میں رائج تھا وہ بھی بہت ناقص تھا۔ لہٰذا، یہ ضروری ہے کہ علما اور قانون دانوں کی ایک کمیٹی اسلام کے اصلی عائلی قانون کو پوری طرح مرتب کرے اور اس میں جدید زمانے کے قوانین کی طرح قانونی دفعات الگ اور فقہی کتابوں کی مدد سے ان کی تشریحات الگ درج کی جائیں، تاکہ عدالتیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان کو صحیح طور پر مقدمات پر منطبق کرسکیں۔ جہاں تک عائلی عدالتوں کا تعلّق ہے' ان کی علیحدہ کوئی ضرورت نہیں۔ عام عدالتیں ہی عائلی قوانین کا فیصلہ کرنے کے لیے کافی ہیں۔

۲۰- عدلیہ اور انتظامیہ کی علیحدگی چونکہ مکمل طور پر سابق ریاست حیدر آباد [دکن] میں کر دی گئی تھی اور ۲۷ سال تک اس پر عمل درآمد ہوتا رہا ہے' اس لیے ایسے لوگوں سے اس معاملے میں مشورہ لینا مفید ہوگا جو حیدر آباد کے نظامِ عدالت سے بطور حاکم عدالت یا بطور وکیل وابستہ رہے ہیں اور ایسے لوگ کراچی میں کثرت سے موجود ہیں۔

۲۱- لاہور میں اس غرض کے لیے ایک 'دارالامان' قائم ہے اور عدالتیں ایسی عورتوں اور نابالغ بچوں کو اس کی تحویل میں دے دیا کرتی ہیں۔ اس طرح کا کوئی انتظام اگر بلوچستان میں بھی کر دیا جائے تو بہتر ہوگا۔ یہاں 'دارالامان' کا انتظام مکمل طور پر عورتوں ہی کے ہاتھ میں ہے اور آج تک کوئی شکایت ایسی سننے میں نہیں آئی کہ اس میں کوئی نامناسب صورت حال پیش آئی ہو۔ قابل اعتماد عورتیں اگر اسی طرح کے کسی 'دارالامان' کی منتظم ہوں تو امید ہے کہ بلوچستان میں بھی یہ طریقہ کامیاب ہوسکے گا۔

۲۲- جن خرابیوں کا ذکر اس سوال میں کیا گیا ہے' ان کے تدارک کے لیے چار چیزیں ضروری ہیں:

ایک یہ کہ' تفتیشی اداروں اور عدالتوں کے عملے اور افسروں کی اخلاقی تربیت کا انتظام کیا جائے۔ ان میں جب تک خدا کا خوف' آخرت کی جواب دہی کا احساس اور اسلامی اقدار کا احترام پیدا نہ ہوگا' ان خرابیوں کا کوئی مداوا نہ ہوسکے گا۔

دوسرے یہ کہ' کم تنخواہیں پانے والوں کے سپرد جب لوگوں کی جان' مال اور آبرو کے تحفظ کی ذمہ داری کر دی جائے تو وہ اپنے اختیارات سے ناجائز فوائد حاصل کرنے پر کچھ نہ کچھ مجبور بھی ہوتے ہیں۔ اس لیے تنخواہوں پر نظرثانی بھی ضروری ہے۔

تیسرے یہ کہ' ان ضابطوں کا بھی جائزہ لینا چاہیے' جن کے تحت یہ لوگ اپنے اختیارات استعمال کرتے ہیں۔ ان ضابطوں میں جو نقائص بھی ہوں ان کو دُور کیا جائے' تاکہ اختیارات کے استعمال پر ضروری پابندیاں عائد کر دی جائیں اور پھر حکومت اس بات کی سختی سے نگرانی کرے کہ ضابطوں کے خلاف کوئی اختیار استعمال نہ کیا جائے۔

© rasailojaraid.com